

182 625

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU\_188625**

UNIVERSAL  
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY 157.

Call No. ۹۲۳۵۱ Accession No. ۴۱۵۷

Author جمل الرحمن - س

Title سفر الدولہ کے حالات

This book should be returned on or before the date last marked below.

---



# سیف الدولہ کے جانشین

از

پروفیسر محمد جمیل الرحمن صاحب

*Presented to the  
Osmania University Library  
Prof. Wahid  
September 23, 1939*

صفحات ۱ تا ۲۳ از مجموعہ تحقیقات علمیہ - جامعہ عثمانیہ - حیدرآباد دکن

جلد پنجم - سنہ ۱۹۳۷ ع



## سیف الدولہ کے جانشین

(از محمد جمیل الرحمن صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر تاریخ۔ جامعہ عثمانیہ)

—۱—

سیف الدولہ کا انتقال سنہ ۳۵۶ھ میں ہوا۔ یہ سنہ اس لحاظ سے بڑا عجیب و غریب ہے کہ مسلمانوں کے اکثر بڑے بڑے حکمرانوں کا انتقال امی سنہ میں ہوا، اور ان کے بعد یکبارگی اسلامی ایشیا میں امن و آمان کا خاتمہ ہوا، اور افرا تقری شروع ہو گئی۔ امی سال سلطان معزالدولہ احمد بن بویہ کا انتقال ہوا، کافور، جس نے اخصید کی وفات پر مصر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا تھا، امی سال مرا، اور مصر کے نظم و نسق کو سنبھالنے والا کوئی باقی نہ رہا۔ وشمگیر بن زیاد، حسن بن فیروزان، اور ابوعلی محمد بن الیاس کا سنہ وفات بھی سنہ ۳۵۶ھ ہی ہے۔ سیف الدولہ کے بھائی ناصر الدولہ حکمران موصول، کی عمر اس وقت ساٹھ برس کی ہو چکی تھی۔ آسے اپنے چھوٹے بھائی کے مرنے کا اتنا قلق ہوا کہ اس کی عقل جاتی رہی۔ آخر آس کے سوء خلق سے تنگ آکر آس کے بیٹے ابو تغلب نے آسے ایک قلعے میں محجوب کر دیا، اور آس کی خدمت کے لئے آدمی مقرر کر دئے۔ امی حالت میں سنہ ۳۵۸ھ میں اس کا انتقال ہو گیا ۱۔

تقی الدین کے زیر حفاظت سیف الدولہ کا جنازہ میافارقین لایا گیا ۲، جہاں ابوالمعالی کی ماں ام الحسن بنت سعید بن حمدان موجود تھیں اور اب وہی اس خاندان کی بزرگ تھیں۔ ابوالمعالی شریف بھی میافارقین میں تھا۔ سیف الدولہ کے تمام کارآزمودہ اور قابل اعتماد موالی اس سے قبل ہی مر چکے تھے۔ اب جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس کے بیٹے ابوالمعالی شریف سعدالدولہ کو اس کی جگہ بادشاہ بنایا جائے اور ہر طرح اس کی مدد کی جائے۔ اس فیصلے کے مطابق ایک ولایت قروبیہ نے حلب میں سعدالدولہ کی طرف سے حکومت کا کام سنبھالا، اور بقا اور بشارہ ۳۔ کو جہادی الاول میں جنازے کے ساتھ

۱۔ مسکو یہ۔ ج ۲۔ ص ۲۴۰ + امام ذہبی ج ۱۔ ص ۱۷۳ + ابن تقری بردی ج ۲۔ ص ۴۰۳ +

۲۔ ابن اثیر ج ۸۔ حوادث سنہ ۳۵۶ھ +

۳۔ غالباً بشارہ ومی خادم جے جے تقی الدین لکھا گیا ہے۔ اس کے رشتہ دار حلب میں موجود تھے ۴۔ لاد غدار کی تہ

میں انہیں وہیں گرفتار کیا گیا تھا۔

میافارقین بھیجا۔ راستے میں بقا نے یہ افواہ اڑائی کہ بشارہ، جس کے ساتھ آس وقت آس کی ان بن تھی، ناصر الدولہ کے بیٹے حمدان کے ساتھ خط و کتابت کر رہا ہے کہ وہ حلب پر بھی قابض ہو جائے، کیوں کہ حمدان اپنے چچا کی وفات کے بعد ہی رہا اور نصیبیں پر قبضہ کر چکا تھا۔ قرعوبہ نے حلب میں جب یہ سنا تو اس نے بشارہ کے رشتہ داروں کو گرفتار کر لیا۔ ادھر بشارہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آس نے مکر کا جواب مکر سے دیا۔ اس نے بقا سے دوستی کا اظہار کیا اور خوب بے تکلفی بڑھائی۔ آخر بقا نے خود ہی اعتراف کیا کہ آس کا ارادہ ہے کہ سعد الدولہ کو قید کر کے خود حلب پر قابض ہو جائے۔ چونکہ بشارہ اپنے حریف کے لئے کارآمد ہو سکتا تھا اس لئے بقا نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ بصورت کامیابی میافارقین کا علاقہ آس کے سپرد کر دیگا۔ بشارہ نے بظاہر یہ تجویز منظور کر لی۔ لیکن جب یہ جماعت میافارقین کے قریب پہنچی تو بشارہ نے سعد الدولہ کو لکھا کہ جنازے کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نہ نکلے۔ چنانچہ جب بقا نے اسے شہر سے باہر آنے اور جنازے کے استقبال کی دعوت دی تو وہ مریض بن گیا۔ لیکن شہریوں کو باہر جانے کی اجازت دے دی۔ اب بقا نے شہر کے سامنے اپنی چھاؤنی قائم کی، اور دروازے پر نگہبان مقرر کر دئے ان سرکاری ملازمین میں سے جو شہر کے باہر آئے، اکثر کو قید کر لیا، اور ان سے اپنی پیادہ فوج کے انرجات کے لئے بڑی بڑی رقمیں وصول کیں۔ اس اثنا میں بشارہ شہر کے اندر چلا گیا، اور دروازے بند کرادئے۔ پھر فصیل پر کھڑے ہو کر اس نے اپنے ان دوستوں کو جو بقا کے ساتھ تھے مخاطب کر کے سعد الدولہ کے انعام و اکرام کا وعدہ دلایا۔ اکثر و بیشتر لوگ بقا سے ہر گئے۔ اس طرح جب بقا کی تمام تدبیریں خاک میں مل گئیں۔ تو وہ مناز کر دہا گا، اور وہاں سے سعد الدولہ سے معافی کا خواستگار ہوا۔ اسے امان دی گئی، لیکن جب وہ واپس آگیا تو اسے بشارہ کے حوالے کر دیا گیا، جس نے طرح طرح کے عذاب دے کر اسے مروا ڈالا۔ ان واقعات کی اطلاع قرعوبہ کو حلب میں ہوئی تو وہ بہت خوش ہوا۔<sup>۱</sup> رجب سنہ ۳۵۶ھ (جون یا جولائی سنہ ۹۶۷ء) خود سعد الدولہ حلب میں داخل ہوا۔ آس کے آنے کی خوشی میں شہر کی آئینہ بندی کی گئی، اور میناروں پر جھنڈے لہرائے گئے۔ سعد الدولہ نے اپنے باپ کے تخت پر جلوس کیا، اور حاجب قرعوبہ بطور نائب، اس کے پہلو میں بلند مقام پر بیٹھا، ابو اسحاق محمد بن عبد اللہ بن صہرام، جو اس سے قبل سیف الدولہ کا نائب رہ چکا تھا، وزیر مقرر ہوا۔ لیکن اسی زمانے میں خود سعد الدولہ کے اہل خاندان نے اسے پریشان کیا۔ سیف الدولہ کی وفات کے بعد ناصر الدولہ کے بیٹے ابو تغاب نے آس زمانے میں جب کہ خلیفہ مطیع رقبہ میں ٹھہرا ہوا تھا آس سے ایک فرمان حاصل کر لیا تھا اور اس کی بنا پر سیف الدولہ اور ناصر الدولہ کے تمام مقبوضات پر قابض ہو بیٹھا تھا۔ پھر اس نے اپنے بھائی حمدان کو رقبہ اور رافقہ سے ایک چھوٹی فوج دے کر حلب پر بھیجا کہ اس پر بھی قبضہ کر لے۔ حمدان نے حلب کا محاصرہ کیا لیکن ناکام ہو کر موصل واپس چلا گیا۔ اس کے بعد سعد الدولہ حلب میں بالکل امن و امان رہا یہاں تک کہ آس میں اور آس کے ماموں ابو الفراس حارث میں ان بن ہوئی۔

۱۔ طبیح نے سعد الدولہ کے حلب میں داخلے کی تاریخ ذی الحجہ الاول بیان کی ہے۔ مگر یہ صریح غلط ہے۔ کیوں کہ سیف الدولہ

کا جنازہ می جمادی الاول میں سافرقین، الایاسیا تھا۔



- ۴ -

یاد ہوگا کہ ابوالفراس حارث بن ابوالعلاء سعید بن حمدان بن حمدون، سیف الدولہ کے دربار میں رہتا تھا، اور اس کی بڑی قدر منزلت تھی۔ سیف الدولہ کو اس پر اتنا اعتماد تھا کہ فوجی مہموں پر جانے وقت اسی کو بطور نائب حلب میں چھوڑ جاتا تھا، اور منہج بطور جاگیر اُسے دے دیا تھا۔ یہیں وہ یونانیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا، چار برس قسطنطنیہ میں اسی حالت میں گزرا، اور سیف الدولہ نے فدیہ دیکر اُسے چھڑایا، اور دھائی کے بعد اُسے حمص کا حاکم مقرر کر دیا<sup>۱</sup>۔ لیکن یہاں کے باشندوں سے اُسکی نہ بنی، اور متعدد جھگڑے ہوئے۔ سعدالدولہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوالفراس کی نیت خراب ہے۔ اس بنا پر سعدالدولہ نے اُس کے خلاف فوج بھیجنے کا ارادہ کیا، اس نے عربوں کے قبیلہ کلاب کے لوگوں کو جمع کیا، اور قبیلہ عقیل کے ایک شخص ظالم نامی کو، جو رشنہ میں اس کی طرف سے حاکم تھا مع اُس کے قبیلہ کے بلایا۔ یہ عرب فوج قرعہ کے سپرد کی گئی۔ سعدالدولہ کے موالی اُس کے علاوہ تھے۔ ابوالفراس کو جب ان تیاریوں کا علم ہوا تو اُس نے حمص سے بھاگ کر ایک گاؤں سدد میں پناہ لی۔ فوج کا تلا یہ اچانک ابوالفراس پر حماء آور ہوا۔ جنگ ابھی شروع ہوئی تھی کہ ابوالفراس کے سپاہیوں نے قرعویہ سے امان چاہی۔ ابوالفراس ان سپاہیوں میں شامل ہو گیا، لیکن قرعہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ ابوالفداء نے بیان کیا ہے کہ وہ زخمی ہوا تھا، اور چند دن کے بعد اُس کا انتقال ہوا<sup>۲</sup>۔ اُسکا سر سعدالدولہ کے پاس بھیج دیا گیا۔

ابوالفراس کی ماں سخیہ ام الولد تھی۔ ماں بیٹے میں جو محبت تھی اُس کا اندازہ ان اشعار سے ہوتا ہے جو ابوالفراس نے نیک کے زمانے میں اُس کے پاس بھیجے تھے<sup>۳</sup>۔ سخیہ کو جب اُس کے قتل کی اطلاع ہوئی تو وہ رنج غم سے بالکل بالکل ہوا، اپنے سر کے بال نوچ ڈالے، اور اپنی آنکھیں نکل ڈالیں۔ ابوالفراس کا شمار عربی کے مشہور ترین شاعروں میں کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ صاحب ابن عباد کا قول نقل کیا گیا ہے کہ عربی شاعری ایک بادشاہ، یعنی امرء القیس، سے شروع ہوئی، اور ایک بادشاہ، یعنی ابوالفراس، پر ختم ہو گئی۔ یہاں اُس کی شاعری پر تنقید کرنے کا موقع نہیں۔ اس لئے ہم تعالیٰ کی رائے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:-

کان فرد دھرہ وشمس عصرہ ، ادباً وفضلاً وکرمّاً ونبلاً؛ ومجدّاً وبلاغۃ  
وبراعۃ، وفردسیۃ شجاعۃ۔ وشعرہ مشہورٌ سائر بن الحسن والجودۃ، والمہولۃ والجداتۃ؛  
والغذوبۃ والفقامۃ؛ والحلاوۃ والمثانہ؛ معہ رواۃ الطبیع، ومسمۃ الطرف وعزۃ الملک۔  
ولم یجتمع هذا الخلال الا فی شعر عبد اللہ بن المعتز وابو الفراس یعد اشعر منہ عند اهل  
الصنعۃ ونقدۃ الکلام۔ وکان المتنبی یشہدہ بال تقدیم والتبریز<sup>۴</sup>۔

۱۔ ابوالفداء (ج ۳۔ ص ۱۰۸) نے بتائے خاصیت یہ بیان کی ہے کہ سیف الدولہ کی وفات کے بعد ابوالفراس حمص پر

قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

۲۔ ابوالفداء ج ۲ ص ۱۰۸ +

۳۔ بیۃ الدھر (طبع نو) ج ۱ ص ۲۹ +

۴۔ بیۃ الدھر ج ۱ ص ۲۷ +

اسی سال سرحدی کے پانچ ہزار سپاہی، جن میں پیادہ اور سوار دونوں شامل تھے، غدر کر کے حلب کی طرف چلے۔ قلعہ عیہ نے ان کا مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی اور قید ہوا۔ گو بعد میں قید سے رہائی پائی، لیکن اس کی فوج تباہ ہو گئی، اور بہت سے موالی گرفتار ہوئے۔

-۳-

سعد الدولہ ابی ان قاضیوں کے بعد سنبلا ہی تھا کہ ایک نئی مصیبت نازل ہوئی۔ تقفور فوکس قیصر قسطنطنیہ، سنہ ۳۵۲ (سنہ ۹۶۳) میں رومانوس دوم کے بعد قیصر ہوا تھا۔ اس سے قبل وہ سیف الدولہ کے عہد میں ایشیاء میں کارہائے نمایاں کر چکا تھا۔ اب قسطنطنیہ اور یورپی صوبوں کا انتظام کر کے اس نے ذی قعدہ سنہ ۳۵۷ (سنہ ۹۶۸) میں پھر ایشیاء کا رخ کیا۔ وہ در بند سے چلا اور انطاکیہ پہنچا۔ لیکن کسی نے اس کی مزاحمت نہیں کی۔ اس نے اہل شہر سے کہا کہ وہ شام کو تباہ کرنے کے بعد پھر انطاکیہ آئے گا۔ چنانچہ وہ آکر بڑھا اور معرۃ المصرین پہنچا۔ اسے فتح کر کے باشندوں کو امان دی، اور پھر عہد شکنی کر کے پانچ ہزار آدمی گرفتار کر لئے۔ یہی حشر معرۃ النعمان کا ہوا۔ یہاں اس نے جامع مسجد جلاڈالی اور بارہ ہزار آدمی گرفتار کر کے قسطنطنیہ بھیج دئے۔ بقیہ باشندوں نے قلعوں، جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لی۔ پھر وہ کفر طاب اور شیرز گیا، اور شیرز کی جامع مسجد بھی جلاڈالی۔ حمہ کا بھی یہی انجام ہوا۔ وہاں سے وہ حمص گیا۔ جو لوگ اطراف و اکناف سے آکر وہاں پناہ گزین ہوئے تھے انہیں گرفتار کر کے جامع مسجد جلاڈالی۔ حمص کے گرجا میں اسے نماز ادا کی۔ یہاں سے وہ یحییٰ بن زکریا بنی کاسر لے گیا۔ پھر اس نے قلعہ عرقہ کا محاصرہ کیا، جو طرابلس الشام سے مشرق کی جانب، چار فرسخ کے فاصلہ پر، ساحل بحر سے ہٹا ہوا، کر کوہ پر واقع تھا۔ یہ قلعہ بھی فتح ہوا، اور باشندے قید کر لئے گئے۔ پھر وہ طرابلس آیا، اور سواد شہر کو فتح کیا۔ طرابلس کے باشندوں نے اپنے حاکم کو اس کے سواہ سیرت کی وجہ سے نکال دیا تھا، اور شہر تقریباً خالی تھا۔ پھر اس نے جبیلہ فتح کیا۔ اور وہاں سے اس نے لازقیہ کا راستہ لیا، جسے اس کے حاکم ابو الحسن علی بن ابراہیم بن یوسف الفصیص نے اس کے حوالے کر دیا۔ چونکہ قیصر اس کے باپ دادا سے واقف تھا، اس لئے اس کی اطاعت کے بدلے میں اس نے لازقیہ کو امان دی، اس کے ساتھ نہ صرف صالح نامہ کیا، بلا آسمی کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے "سردغوس" کا خطاب بھی دیا۔ اب یہاں سے وہ انطاکیہ کی طرف پلٹا۔ لیکن اسے اطلاع مل چکی تھی کہ اہل انطاکیہ ذخائر و اسلحہ جمع کر کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے اس نے صرف سواد شہر کو لوٹنے اور اہل شہر سے بہت سا مال وصول کرنے پر اکتفا کی۔ ایک لاکھ قیدی اس کے ساتھ تھے وہ بھی اس طرح کہ صرف نوجوان مرد عورت کو گرفتار کرتا تھا، ادھیڑ، بوڑھوں اور بچوں کو یا تو قتل کر دیتا تھا یا چھوڑ دیتا تھا۔ تقفور نے جزیرے پر بھی فوجیں بھیجی تھیں، جو کفر توٹا تک پہنچیں انہوں نے شہروں کو لوٹا جلا یا قیدی بنائے اور واپس چلی

۱۔ ابن نعری بردی (۲ ج ص ۳۹۳) نے سرحدی لکھا ہے۔ لیکن یورپین مصنف لکھتے ہیں کہ وہاں اس سے چند سال قبل تھے جنہیں جوسافیمینوز زکریا کے سال سبھتے تھے، اور اس وجہ سے ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اس مہم میں تقفور فوکس کو اور بھی بہت سے قابل قدر تبرکات "دستیاہ ہوئے تھے۔ دیکھو فیلیہ ج ۲ ص ۳۲۱۔

گئیں۔ تقفور کا قیام شام میں صرف دو مہینے رہا، لیکن اس مختصر عرصہ میں ان قریوں کو چھوڑ کر جن کی تعداد معلوم نہیں اور جو یونانیوں کے ہاتھ تباہ ہوئے، اس نے اٹھارہ ایسے شہر فتح کئے جن میں جامع مسجد بن نہیں<sup>۱</sup>۔

انطاکیہ کو وہ فتح نہ کر سکا۔ موسم سرما سر پر کھڑا تھا۔ اس لئے انطاکیہ کے محاصرے اور فتح کو آئندہ بہار تک ملتوی کر دیا گیا۔ لیکن اس غرض سے کہ انطاکیہ پر نظر رکھی جاسکے اور خشکی اور سمندر کی جانب سے حملہ اور سامان رسد کو روکا جاسکے اس نے قلعہ بفراس تعمیر کرایا، اور ایک بطریق میکائیل البرجی یا البرغی (Burtze) کو قلعہ دار بنا کر گرد نواح کے حاکم کو حکم دیا کہ البرجی کا محکوم رکھے۔ چونکہ انطاکیہ فتح کر کے تقفور خود شہرت دوام حاصل کرنا چاہتا تھا، اس لئے اس نے اپنے ماتحت افسروں کو صریحا حکم دیا کہ وہ اسے فتح کرنے کا خیال بھی دل میں لائیں<sup>۲</sup>۔

— ۴ —

ادھر یہ افواہیں گرم نہیں کہ تقفور موسم سرما میں ہی انطاکیہ کا محاصرہ کرے گا اور اس سے فارغ ہو کر حلب پر حملہ آور ہوگا۔ اس لئے قرعویہ نے سعد الدولہ کو مشورہ دیا کہ ان مصائب سے بچنے کے لئے وہ حلب سے چلا جائے۔ سعد الدولہ نے اس مشورے کو قبول کر لیا، اور بایس چلا گیا۔ اب قرعویہ نے اسے لکھا کہ ”تو اپنی ماں کے چلا جا، کیونکہ اہل حلب نہ تو نیری حکومت کے خواہاں ہیں، اور نہ چاہتے کہ تو ان کے شہر میں واپس آئے۔“ پھر قرعویہ نے اہل حلب سے عہد و پیمان کئے، اور حلف اٹھا کر اور اٹھوا کر ان کی توثیق کی۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر قرعویہ نے ظاہر کیا کہ وہ قلعے کو مستحکم اور فصیل کو دوبارہ تعمیر کرانا چاہتا ہے۔

سعد الدولہ حلب پر دوبارہ قبضہ کرنے سے بالکل مایوس ہو چکا تھا، خصوصاً اس وجہ سے کہ خود اس کے اہل خاندان، یعنی ناصر الدولہ کا بیٹا ابو تغلب اور دوسرے لوگ قرعویہ کے ہمدرد بن گئے تھے، اور قرعویہ نے خطبے میں اس کا نام لینے کی ممانعت کر دی تھی۔ لہذا سعد الدولہ نے سوچا کہ کیا فاروقین اور اوراز زن ہوتا ہوا حراں چلا جائے اور وہیں مقیم ہو۔ مگر حراں کے باشندے بھی اس کے داخلے کے مانع ہوئے۔ جب اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعے انہیں انعام و اکرام کے وعدے دئے تو اہل شہر نے اسے صرف اتنی اجازت دی کہ شہر کے باہر رہ کر دودن کے اندر اندر کافی سامان خوراک جمع کر کے وہاں سے چلا جائے۔ ایسی حالت میں سعد الدولہ اپنی ماں کے پاس گیا فاروقین جانے پر مجبور ہوا، اور اب اس کے بہت سے ساتھی بھی ابو تغلب سے جا ملے تھے۔ گورحان والے اس سے اس بری طرح پیش آئے تھے، اور وہاں اس کا

۱۔ ابن قری بردی ج ۲ ص ۳۹۳ + ابن اثیر ج ۸ حوادث سنہ ۳۵۷ + ابن خلدون ج ۴ ص ۲۲۴ + ابوالفداء ج ۲ ص

کوئی والی بھی موجود نہ تھا، لیکن خطبہ میں امی کے نام کا پڑھا جاتا تھا، اور وہاں کے لوگوں نے شہر کے انتظام کے لئے ایک جماعت یا ایک شخص کو پورے اختیارات دے دئے تھے۔<sup>۱</sup>

سعد الدولہ جب میافارقین پہنچا تو اس کی والدہ کو معلوم ہوا کہ شہر کے اندر بہت سے موالی اور کاتب اس سے پرگٹھ ہیں، اور اس فکر میں ہیں کہ اسے گرفتار کر کے قید کر دیں، جیسا کہ ابوتغلاب اپنے باپ کے ساتھ پہلے کر چکا تھا۔ اس کی ماں نے ان لوگوں کو شہر سے باہر نہیں نکالا۔ بلکہ خود اپنے بیٹے پر دروازے بند کر دئے، یہاں تک کہ فوج کی طرف سے مطمئن ہو گئی، اور جن کی طرف سے خطرہ تھا کہ انہیں نکال دیا۔ پھر اس نے شہر کے دروازے کھول دئے، اور اہل فوج کو انعام و اکرام دے کر خوش کر دیا۔<sup>۲</sup> سعد الدولہ یکے دن وہاں ٹہرا اور پھر حماہ کا رخ کیا۔

قرعویہ نے محرم سنہ ۳۵۸ھ (نومبر یا دسمبر سنہ ۹۶۸ ع) میں حلب پر قبضہ کیا تھا، اور اپنے ایک مولا بکجور کو، جس کا نام آکے چل کر ناریخ میں اکثر آئے گا، وہاں کا امیر مقرر کیا۔ قرعویہ اور بکجور دونوں کا نام خطبے میں لیا جاتا تھا، مگر سکے پر صرف بکجور کا نام تھا۔ قرعویہ حاجب تھا، اور بکجور امیر حلب۔

اس اثناء میں سعد الدولہ نے ادھر ادھر سے فوجیں جمع کرنا شروع کیں۔ معرۃ النعمان کا حاکم، زہیر، سیف الدولہ کا ایک مولا تھا، اور اب تک سعد الدولہ کا وادار تھا۔ اس نے موالی کی ایک بڑی تعداد منہج میں جمع کی، اور سعد الدولہ بھی وہیں چلا گیا۔ انہیں ساتھ لے کر رمضان سنہ ۳۵۸ھ (جولائی اگست سنہ ۹۶۹ ع) میں اس نے حلب کے سامنے اپنی چھاؤنی قائم کی۔ تین مہینے تک ایک طرف زہیر اور دوسری طرف قرعویہ اور بکجور میں جنگیں ہوتی رہیں۔ ان میں یقیناً سعد الدولہ کو غلبہ حاصل ہوا ہوگا۔ کیونکہ قرعویہ نے الرجی سے مدد مانگی۔ وہ مدد کے لئے تیار ہی ہو گیا، مگر اچانک اس نے اپنا رخ انطاکیہ کی طرف پھر دیا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ انطاکیہ کی حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی تھی۔ باوجود اس کے کہ ہر وقت یونانیوں کا خدشہ لگا ہوا تھا، مسلمانوں میں ثقاق و شقاق کا زور تھا۔ ایک مفسدہ پرواز شخص رعیلی یا زعلی نے وہاں کے اصلی حاکم کو قتل کر کے خود شہر پر قبضہ کر لیا تھا، اور ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ ہو گئی تھی۔<sup>۳</sup> شہر میں امن و امان مفقود تھا، اور اس کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ایسی حالت میں شہر کے خلاف سازشیں باسانی کامیاب ہو سکتی تھی۔ تقفود واپس جا چکا تھا، لیکن اس کے جانے کے بعد یونانیوں نے قلعہ بوقا یا لوتا کا محاصرہ کیا۔ یہاں کے رہنے والے عیسائی تھے۔ وہ یونانیوں سے مل گئے، یہ فیصلہ ہوا کہ لوتا والے انطاکیہ جائیں، اور یہ ظاہر کریں کہ وہ یونانیوں کے ظلم و ستم سے بھاگے

۱۔ ابن خلدون ج ۳۔ ص ۲۲۴ + ابن اثیر ج ۸۔ حوادث سنہ ۳۵۸ +

۲۔ ابن خلدون ج ۴۔ ص ۲۲۴ + ابن اثیر ج ۸۔ حوادث سنہ ۳۵۸ +

۳۔ ابن تغری بردی ج ۲۔ ص ۲۰۲ +

ہیں، اور وہاں بس جانے کے بعد شہر کے حالات سے یونانیوں کو باخبر رکھیں۔ اس تدبیر پر عمل کیا گیا۔ ان لوگوں نے انطاکیہ کے عیسائیوں سے سازشیں کیں، اور بالآخر البرجی کے جاسوس نے اسے اطلاع دی کہ انطاکیہ فوج سے خالی، اور بغیر کمی حاکم کے ہے، مسلمانوں نے فاصل شہر کو غیر محفوظ چھوڑ رکھا ہے، اور نگہبان غافل ہیں۔ عرب مورخوں نے لکھا ہے کہ یہ خبر سن کر البرجی اور تقفور کا <sup>۱</sup> بھائی وہاں پہنچے۔ چالیس ہزار آدمی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے شہر کا محاصرہ کیا <sup>۲</sup>۔ یونانی اس طرف سے پہاڑی پر چڑھ کر جہاں اہل لوقا موجود تھے، اور انہیں راستہ بتا رہے تھے۔ اہل شہر نے یہ دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ حصہ فتح ہو گیا ہے۔ انہوں نے فاصل کو خالی چھوڑ دیا۔ اب یونانیوں نے باستانی شہر فتح کر لیا۔ جو لوگ گہراٹ میں گھروں سے نکل کر باب الحنان پر جمع ہو گئے تھے یا تو قتل ہوئے اور یا گرفتار کر لئے گئے۔ دوسروں نے اپنے گھروں کو آگ لگا دی اور اس طرح یونانی ان تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے شہر کے وہ دروازے جو سمندر کی طرف تھے کھول دئے، اور اپنی جان بچا کر بھاگے۔ دہلی بھی انہیں دروازوں سے پانچ ہزار آدمیوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ حسب دستور یونانیوں نے بوڑھوں اور بچوں کو چھوڑ دیا کہ جہاں جی چاہے چلے جائیں، اور بیس ہزار نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو گرفتار کر کے لے گئے <sup>۳</sup>۔ اس طرح تین سو اٹھائیس برس مسلمانوں کے قبضے میں رہنے کے بعد انطاکیہ پھر بازنطینی سلطنت کا ایک جزو بن گیا۔ اس عظیم الشان فتح کے صلے میں تقفور نے اپنے دونوں بھادر افسروں کو معزول کر لیا۔ شہر کا یہ حشر ہوا کہ اس کا ایک حصہ آگ کے نظر ہوا، جامع مسجد میں سورباندھے گئے، گو بعد میں اسے ایک باغ میں تبدیل کر دیا گیا، اور پہاڑی پر ایک قلعہ تعمیر کرایا گیا۔

— ۵ —

فتح انطاکیہ کے بعد ہی تقفور فوکس، قیصر قسطنطنیہ، قتل ہوا۔ مسلمان مورخوں کے مطابق تقفور درحقیقت طرسوس کے ایک مسلمان ابن القصاص یا ابن القفا سے کا بیٹا تھا، جو عیسائی ہو گیا تھا <sup>۴</sup>۔ رومانوس دوم کا انتقال سنہ ۳۵۲ھ (سنہ ۹۶۳ ع) میں ہوا۔ اس نے ایک بیوہ تھوفینو اور دو بیٹے نسیل اور قسطنطین چھوڑے، اور مرنے سے پہلے اپنی بیوہ کو وکیل مطلق مقرر کیا۔ اس وقت تقفور فوکس ایشیاء میں سیہ سالار کی حیثیت سے نام پیدا کر چکا تھا۔ تھوڑی ہی مدت میں اپنے بھتیجے یا بھانجے بانیس شمشعقی

۱۔ تقفور کے بھائی سے مراد جہاں بانیس شمشعقی سے جو دراصل اس کا بھتیجا یا بھابھابھائی تھا۔ مسلمان مورخوں نے غلطی سے اسے جہاں لکھ دیا ہے، اور روایت یہ ہے کہ البرجی کے ساتھ بطرس الاسطر ابدج (Stralopedarch) تھا، جو اس نواح کا حاکم تھا۔ دیکھو فیلیے۔ ج ۲ ص ۳۳۱ +

۲۔ انطاکیہ کی تفصیل کے حالات کے لئے دیکھو فیلیے ج ۲ ص ۳۳۱۔ حاشیہ زیرین ج ۲ +

۳۔ ابن تفری بردی۔ ج ۲ ص ۴۰۶ +

۴۔ تفری بردی ج ۲ ص ۴۲۶۔ ابن اثیر ج ۸ حوادث سنہ ۳۵۹ + ابن خلدون ج ۴ ص ۲۴۵ + ابوالفداء ج ۲ ص ۱۱۱ + یودک کے مورخ ظاہر ہے کہ اسے نہیں مانتے۔ وہ تقفور کو قبلا دوشیہ کے ایک معزز خاندان فوکس سے بتاتے ہیں۔ لیکن مسلمان مورخوں کا بیان کوئی اچھے نہیں کی بات نہیں۔ چنانچہ دیکھو فیلیے۔ ج ۲ ص ۳۳۲۔ حاشیہ زیرین ۱ +

کے آکسانے پر اس نے قیصر ہونے کا دعویٰ کیا اور کامیاب ہوا، اور تہو فینو سے شادی بھی کر لی۔ اس کے بعد اسلامی ممالک میں اس نے جو فتوحات حاصل کیں اور جو ظلم ستم ڈھائے ان کے حالات بیان ہو چکے ہیں۔ ہر قسم کے قطروں کا ازالہ کرنے کے بعد اس نے بسیل اور قسطنطین کو محروم الارث کرنا چاہا۔ مسلمان مورخوں کا بیان ہے کہ انہیں خصی کر کے حکومت کے ناقابل بنا نا چاہتا تھا۔ تہو فینو کو یہ ناگوار گذرا، اور اس نے یانس شمشقین سے ساز باز کیا۔ اسی نے خفیہ طور پر یانس اور اس کے آدمیوں کو عورتوں کے بھیس میں محل میں داخل کیا، اور ان لوگوں نے راتوں رات محل ہی میں تقفور کو قتل کر ڈالا۔ تہو فینو کو امید تھی کہ یا نس اس سے شادی کرے گا، بلکہ اسی امید پر اس نے یانس سے ساز باز کیا تھا۔ مگر یہ امید پوری نہ ہوئی۔ اس کے بجائے تہو فینو کو جلا وطن کر دیا گیا۔ یانس نے رومانوس کے دونوں بیٹوں کو برائے نام سیزر کا لقب دیا، اور خود قیصر بن بیٹا۔ مسلمان مورخ اس قیصر کا ذکر نہیں کرتے، بلکہ اسے صرف «ملک روم» لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ تقفور کے بعد بسیل ہی قیصر ہوا تھا۔

تقفور نے مسلمانوں کے ساتھ جیسا کہ سلوک کیا وہ ظاہر ہے۔ لیکن باوجود اس کے مسلمان مورخ اس کی قدر کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مورخ لکھتا ہے: «کان شجاعاً، مدبراً، سیوساً۔ لم یر مثله من عہد اسکندر ذی القرنین۔ هو الذی افتتح حلب و اخذھا من سیف الدولہ۔ ولم یأخذ حلب احد قبلہ من ملوک الروم۔ فعظم بذلك فی اعین الروم و ملوکہ علیہم»<sup>۱</sup>۔

اس سال خود اسلامی سیاسیات میں ایک زبردست تبدیلی واقع ہوئی۔ سنہ ۳۰۸ میں خلیفہ معز فاطمی کے سپہ سالار جوہر قائد نے مصر پر قبضہ کیا تھا۔ لیکن اول تو مصر پر مستقل قبضہ اس وقت تک نہیں رہ سکتا تھا، جب تک شام کو زیر سیادت نہ لایا جائے، اور اس کے علاوہ بنو طنجح میں سے حسن بن عبداللہ بن طنجح بھی دوسرے فوجی افسروں کے ساتھ فتح مصر کے بعد شام بھاگ گیا تھا۔ اس کا اس طرح آزاد رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس لئے جوہر نے جعفر بن فلاح کو اس کے تعقب میں بھیجا۔ اس طرح فتح مصر کے بعد ہی فاطمین کو شام کے معاملات میں مداخلت کرنی پڑی۔ جعفر نے حسن بن عبداللہ کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا، اور پھر رملہ اور طبرہ پر قبضہ کرنے کے بعد جعفر نے دمشق کا رخ کیا۔ یہاں ایک شریف ابو القاسم بن ابی یعلیٰ نے ابواشوں کو جمع کر کے جعفر کی مزاحمت کی۔ بالآخر بہت کشت و خون کے بعد شہر پر قبضہ ہوا، اور شریف ابو القاسم کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا گیا۔ جعفر ہی دمشق کا پہلا فاطمی حاکم مقرر ہوا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ سنہ ۳۰۹ ۵۸۵ کا ہے۔ سنہ ۳۶۰ میں خود خلیفہ معز ازرقہ سے مصر میں منتقل ہوا<sup>۲</sup>۔

۱- ابن تفری بردی ج ۲۔ ص ۴۲۶ +

۲- ابن خلدون ج ۳۔ ص ۴۸ + بوالفداء ج ۲۔ ص ۱۰۹ + ابن تفری بردی ج ۲۔ ص ۲۰۹ +

عراق میں بنی بویہ کا دور دورہ تھا۔ کو ان کا دائرہ عمل درحقیقت عراق و ایران تھا، اور شام سے انہیں کوئی دل چسپی نہ تھی لیکن ان کا قرب، جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا، ہر حال میں سعدالدولہ کے لئے باعث خطرہ تھا۔

اس سے اندازہ ہوگا کہ سنہ ۳۵۹ء میں سعدالدولہ ہر طرف دشمنوں سے گھرا ہوا تھا، اور ہر دشمن کی نظر اس کی چھوٹی سی پادالی سلطنت پر تھی۔ خود اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ بوقت واحد ان تینوں دشمنوں کا مقابلہ کر سکے۔ اس لئے سنہ ۳۵۹ء کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کبھی فاطمین کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور خطبے میں ان کا نام لے کر، اپنے آپ کو ان کا مطیع ظاہر کر کے ان سے محفوظ رہنا چاہتا ہے۔ کبھی وہ بنی بویہ کی طرف جھک جاتا ہے، اور کبھی یونانیوں سے مدد کا طالب ہوتا ہے۔ مگر حقیقی امان ایسے کبھی اور کہیں نہیں ملتا، اور اسے برابر پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

## -۶-

اب ہم پھر سعدالدولہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہم دیکھ آئے ہیں کہ سنہ ۳۵۸ء میں جب یونانی انطاکیہ کی فتح میں مصروف تھے، سعدالدولہ حلب کا محاصرہ کر رہا تھا۔ فتح انطاکیہ کے بعد پھر یونانی حلب کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ فرعونہ کو مدد پہنچائیں۔ ان کی قتل و حرکت کی اطلاع جب سعدالدولہ کو ہوئی تو اس نے محاصرہ اٹھالیا، اور جنگوں کی راہ، اور وہاں سے معرۃ النعمان چلا گیا۔

دوسری طرف سعدالدولہ کے عزیز و اقارب نے اس کی پریشانیوں سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ وہ ابھی حلب کا محاصرہ ہی کر رہا تھا کہ ابو تغلب میافارقین پہنچا۔ سعدالدولہ کی والدہ نے اسے شہر میں داخل ہونے نہیں دیا، اور ایک قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ ابو تغلب نے کہا کہ وہ دشمنوں سے لڑنا چاہتا ہے اور مدد کا طالب ہے۔ اس نے دولاہ درہم اس کے پاس بھیجا، مگر ابو تغلب نے اس پر قناعت نہیں کی، اور نصیبین کے قریب ایک جاگیر کا مطالبہ کیا جو سیف الدولہ کی ملک تھی۔ اب سعدالدولہ کی والدہ نے ایک طرف تو ابو تغلب سے خط و کتابت جاری رکھی، دوسری طرف جنگ کی تیاری شروع کی۔ اس نے مرحوم شوہر کے ان موالی کے پاس، جو ابو تغلب کے ساتھ تھے، پیغام بھیجا کہ ان کا حقیقی فرض یہ ہے کہ اپنے مرحوم آقا کی بیوہ کی مدد کریں، نہ یہ کہ اس کے خلاف لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس طرح ان کی طرف سے مطمئن ہو کر اس نے ابو تغلب پر شیخون مارا، اس کی چھاؤنی لوٹ لی اور اس کے پچاس آدمی بھی قتل کرادیئے۔ ابو تغلب وہاں سے ہٹا گیا، اور جاتے جاتے سعدالدولہ کی والدہ کو کھلا بھیجا کہ اب وہ پھر کبھی میافارقین کا رخ نہیں کریگا۔ اس کا جواب اس اولولعزم اور بلند حوصلہ عورت نے یہ دیا کہ ابو تغلب کے حاجب کو جو گرفتار ہوا تھا رہا کر دیا، جو سامان لوٹا تھا وہ بھی واپس کر دیا، اور ایک لاکھ درہم ابو تغلب کے پاس بھیجا دیئے۔<sup>۱</sup>

مسعد الدولہ نے جب حلب کا محاصرہ اٹھا لیا تو یونانیوں نے خود شہر فتح کرنا چاہا، اور وہاں خیمہ انداز ہوئے۔ انہوں نے شہر کے شمالی حصہ پر ہلہ کیا اور قلعہ کے راستے مسدود کر دیے۔ بالآخر قلعہ پر یونانیوں میں ایک معاہدہ ہوا۔ اس کے مطابق قلعہ پر یہ اپنی موت تک یونانیوں کی سیادت قبول کی، اور بکجور کو اپنا جانشین تسلیم کیا۔ اس عہد نامہ کے شرائط یہ تھیں کہ ہر شخص کے لئے، خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا، جو اس طرح بذریعہ صلح فتح شدہ مقامات کا باشندہ ہو، ایک دینار ادا کیا جائیگا۔ اس کے علاوہ حسب ذیل علاقوں سے سات لاکھ درہم سالانہ خراج ادا کیا جائیگا: جُوزیہ، سلمیہ، حماہ، شیزر، کفرطاب، اقامیہ، معرۃ النعمان، حلب، جبل الساقی، معرۃ المصمرین، قنسرین، اتارب، اور کرد و نواح کے وہ تمام قلعے جو اتارب سے متعلق ہوں، اس کے بعد احزاب، ماسوفان، کمار، برصایا، اور وہ تمام میدانی علاقہ جو عزاز کے پاس سرحد تک چلا گیا تھا۔ اس کے سوا باقی علاقہ یونانی قبوضہ تصور ہوگا۔ اس عہد نامہ کے مطابق اب سرحد برصایا کے شمال کی طرف دریائے ابوسلیمان جاتی تھی، اور پھر فیج سنیاب، نافودہ، ادانہ، تل جامد سے ساجور تک، اور آخر دریائے ابوسلیمان اور فرات کے مقام اتصال پر سرحد مکمل ہو جاتی تھی۔ قلعہ پر اور بکجور کی وفات کے بعد قیصر اہل حلب میں سے ہی ایک کو وہاں کا حاکم بنائے گا، لیکن مسلمانوں کو حق نہ ہوگا کہ اپنی طرف سے کسی کو حاکم منتخب کریں۔ یہ بھی قرار پایا کہ اس علاقے کے عیسائیوں سے کوئی محصول وصول نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ جہاد یا منقولہ رکھتے ہوں یا غیر منقولہ۔ اگر کوئی اسلامی فوج یونانی علاقے پر حملہ کرنے کا قصد کرے تو قلعہ پر یہ سمجھا بھا کر آئے اس ارادے سے باز رکھے گا، اور اگر ضرورت پڑے تو زور و شمشیر فوج کا رخ پھیر دے گا۔ لیکن اگر کمزوری کے سبب وہ ایسا نہ کر سکتا ہو تو فوراً قیصر کو خطرے سے آگاہ کر کے مدد چاہے گا۔ اگر قیصر یا اس کی فوج کا سپہ سالار اسلامی علاقے میں سے گزرنے کا ارادہ کرے تو بکجور بذات خود معینہ مقام تک اس کی پیشوائی کریگا، اور ان کے داخلے کے بعد زیر عہد نامہ علاقے سے دیہات کے لوگ، راہ فرار اختیار نہیں کریں گے، بلکہ ہر ایک طرح کی ضروریات زندگی فوج کے ہاتھ فروخت کریں گے، سوائے علوفہ کے، جو فوج کی آمد پر بلایمت یونانیوں حوالے کر دیا جائے گا۔ یونانی فوج کے اسلامی علاقے میں داخل ہونے کے بعد سے سرحد پر واپسی تک امیر حلب برابر فوج کے ساتھ رہے گا۔ جب یونانی فوج کسی غیر مسلم کے خلاف لڑ رہی ہو تو امیر بھی یونانیوں کے حلیف ہونے کی حیثیت سے ان کا ساتھ دے گا، ان کے سپہ سالار کے ماتحت کام کریگا۔ تبدیل مذہب پر کوئی باز پرس نہیں کی جائیگی۔ کوئی غلام یا کنیز تبدیل مذہب کے بعد اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جائے تو مسلمان اسے چھپائیں گے نہیں، بلکہ اس کی اطلاع یونانیوں کو دینگے، اور غلام کے بدلے چھتیس، کنیز کے بدلے بیس اور لڑکا یا لڑکی کے بدلے پانچ یونانی دینار ادا کریں گے۔ اگر نیا آقا یہ رقم ادا نہ کر سکتا ہو تو امیر خود تین دینار غلام کو دے کر یونانیوں کے پاس واپس بھیج دیگا۔ لیکن کوئی غلام مسیحیت قبول کر لے تو امیر کو فوراً اسے واپس کرنا پڑیگا۔ جب کوئی مجرم یونانی علاقے میں ارتکاب جرم کے بعد محض سزا سے بچنے کے لئے اسلامی علاقے میں پناہ لے تو امیر اسے یونانی حاکم کے حوالے کر دیگا۔ جب کوئی یونانی اسلامی علاقے میں آئے تو اس کے کل و بار میں رکاوٹ نہیں پیدا کی جائے گی، لیکن کوئی مسلمان جاسوس یونانی



علاقے میں پایا گیا تو قید کر دیا جائے گا۔ مسلمان کوئی نیا قلعہ تعمیر نہیں کریں گے، نہ مسمار کریں گے۔ تباہ شدہ قلعوں کی مرمت کرے گا انہیں حق ہوگا۔ مسلمان اپنے کسی ہم مذہب امیر کو پناہ نہیں دیں گے، اور قرعویہ اور بکجور کے سوا کسی اور امیر سے خط و کتابت بھی نہیں کریں گے۔ یونانیوں کو حق ہوگا کہ مسمار شدہ گرجاؤں کی مرمت کرائیں۔ جب بطریق یا کوئی اور اسقف اسلامی علاقے میں سے گذرے گا تو مسلمان اس کی مناسب حال عزت و تکریم کریں گے۔ ایسے محصول جن کا تعلق یونانی علاقوں سے بھی ہو، ان کی وصولیابی میں قرعویہ اور بکجور کے محصولوں کے ساتھ یونانی محصول بھی رہیں گے۔ قیمتی اشیاء، مثلاً سونا، چاندی، دیشمی کپڑے یا پکاریشم، جواہرات، موتی اور زربفت کے محاصل قیصر کے محاصل وصول کریں گے۔ لیکن معمولی اشیاء جیسے سوتی اور کتان کپڑے اور پوشی وغیرہ کے محاصل قرعویہ، اور اس کے بعد بکجور وصول کریں گے ان دونوں کی موت پر یہ محاصل بھی قیصر ہی کی طرف سے وصول کئے جائیں گے۔ کوئی یونانی قافلہ حلب کی طرف سفر کریگا تو سرحد کا حاکم اس کی اطلاع امیر کو کریگا، اور امیر کا کوئی نمائندہ اس کی پیشوائی کرے گا اسے حلب پہنچا دے گا۔ اگر اس قافلے پر بدویا مسلمان حملہ آور ہوں تو امیر تمام نقصان کی تلافی کریگا (۱)۔

یہ معاہدہ ۱۰۱۰ھ صفر سنہ ۳۹۹ (ڈسمبر سنہ ۹۶۹ یا جنوری سنہ ۹۷۰) میں طاہر نامی ایک ہاشمی کی معرفت جو حلب میں متوطن تھا، تکیل کو پہنچا۔ قرعویہ اور بکجور کے علاوہ شہر کے عمائد نے حلف اٹھا کر اس کی۔ توثیق کی۔ بطور ضمانت حسب ذیل پرغمال یونانیوں کے حوالہ کئے گئے:۔ ابو الحسن بن ابواسامہ، کسرے بن قصور، ابن ابی عیسے کا نواسہ، ابو الحسن الخشاب کا بھائی، ابو الحسن بن ابوطالب، ہاشمیوں میں سے ابوالطیب، ابوالفرج العطار، اور قرعویہ کا ولایت بن۔ اب یونانی حلب سے چلے گئے۔ قرعویہ شہر کا مالک اور بکجور کے ساتھ وہاں کا حکمران رہا (۲)۔

۔۔۔

اس واقعہ کے بعد چونکہ ہوا وہ ایک حد تک تاریک ہے۔ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ سنہ ۳۹۹ میں ہی سعدالدولہ حلب کا بادشاہ ہو گیا تھا (۳)، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سنہ ۳۹۰ تک وہاں کا دوبارہ مالک نہیں بن سکا تھا (۴)۔ اس اختلاف کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ قرعویہ اور بکجور کے زمانہ بغاوت میں بھی ممکن ہے کہ خطبے میں سعدالدولہ کا نام لیا جاتا رہا ہو، اور اسے مورخوں نے حلب پر اس کے قبضے کا مترادف سمجھ لیا ہو۔ بہر حال سعدالدولہ اور قرعویہ دونوں فاطمی خلیفہ کا نام

۱۔ ابن خلدون ج ۲ ص ۲۳۴ + ۲۳۵۔ لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا کسی مسلمان مورخ نے یہ تمام تفصیل بیان نہیں کی۔ فریتاگ (ص ۲۳۲) میں یہ پوری تفصیل موجود ہے۔ مگر وہ کوئی سند نہیں دیتا۔ اس لئے اس کی پوری ذمہ داری فریتاگ پر ہی ہے۔

۲۔ فریتاگ ص ۲۳۴ +

۳۔ ابوالفداء ج ۲ ص ۱۱۶ +

۴۔ ابن تفری بردی ج ۲ ص ۴۲۰ + ابن خلدون ج ۲ ص ۲۴۶ +

خطبے میں لیتے تھے، اور اس نے انہیں خلعتیں بھی عطا کی تھیں، یعنی اب وہ فاطمہ بن کے مطیع ہو گئے تھے۔ لیکن اس وقت سعدالدولہ حلب کا مالک نہیں ہوا تھا، اور حصص میں مقیم تھا۔

حلب پر سعدالدولہ کے حقیقی قبضے کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے کہ یونانی معاہدہ کے بعد بکجور کی قوت و طاقت میں برابر اضافہ ہونا گیا، یہاں تک کہ خود قرعویہ بھی اس سے مغلوب ہو گیا، اور بکجور نے آسے قلعے میں قید کر دیا۔ تقریباً چھ سال تک وہ اسی حالت میں رہا۔ اب قرعویہ کے دوستوں نے سعدالدولہ سے خط و کتابت شروع کی، اور اسے بتایا کہ حلب کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور اس پر آسانی سے قبضہ کیا جاسکتا ہے۔ سعدالدولہ اس وقت تک حصص ہی میں مقیم تھا۔ اس نے قبیلہ کلاب کو اپنا حلیف بنا یا، اور حصص کے علاقے میں انہیں جاگیریں عطا کیں۔ پھر اس نے اس قبیلے کی مدد سے معرۃ النعمان کا محاصرہ کیا، جس پر حمدانیوں کا ایک مولا زہیر قابض، اور اب سعدالدولہ کا مخالف تھا۔ محاصرہ آخر کامیاب ہوا، اور زہیر نے مجبور ہو کر ان حمدانی موالی سے جو سعدالدولہ کی فوج میں تھے نامہ و پیام شروع کیا۔ اس وعدہ پر کہ وہ اسے سعدالدولہ کے حوالے نہیں کرینگے وہ ان کے پاس چلا آیا۔ لیکن ان لوگوں نے وعدوں کا پاس کئے بغیر اسے سعدالدولہ کے حوالے کر دیا۔ بطور انصاف سعدالدولہ نے انہیں شہر لوٹنے کی اجازت دی، اور زہیر کو قلعہ اقامیہ میں قید کر دیا۔ یہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ معرۃ النعمان کی فتح کے بعد سعدالدولہ نے حلب کا رخ کیا۔ بکجور نے فوراً یونانیوں سے مدد مانگی، اور شہر حوالے کر دینے کے علاوہ ایک بڑی رقم ادا کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ لیکن نیا قیصر یانوس شمشیق روسیوں سے جنگ میں مشغول تھا۔ اس لئے یونانیوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ سعدالدولہ نے محاصرہ میں تشدد کیا، اور اہل شہر نے بالآخر برج الجنان اس کے حوالے کر دیا، اور شہر کا آہنی دروازہ کُرا دیا۔ اس طرح رجب سنہ ۳۶۵ میں چار مہینے کے محاصرہ کے بعد سعدالدولہ نے حلب کو بزور شمشیر فتح کیا (۱)۔ لیکن اس نے خونریزی کی ممانعت کر دی، اور اہل شہر کو امان کا یقین دلایا۔

بکجور شہر سے ہاتھ دھو کر قلعہ نشین ہو گیا، اور مقاومت کی تیاری کی۔ سعدالدولہ نے بھی قلعے کا محاصرہ کیا۔ لیکن محصورین بہت جلدی سامان خوراک کی کمی سے عاجز آ گئے۔ بکجور نے صلح کے لئے خط و کتابت شروع کی۔ ابوالحسن علی بن حسین المغربي کا تب کی وساطت سے صلح کے شرائط طے پائے۔ ان کے مطابق بکجور نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے امان حاصل کی، اور سعدالدولہ نے وعدہ کیا حصص کی حکومت اس کے سپرد کر دی جائیگی۔ مگر بکجور نے مزید اطمینان کے لئے اس کی توثیق چاہی، اور عمائد بنی کلاب نے اس کی ضمانت دی۔ چنانچہ اس نے حلب کا قلعہ سعدالدولہ کے حوالے کر دیا، اور خود بطور حاکم حصص چلا گیا (۲)۔ ابوالحسن بن حسین المغربي کو سعدالدولہ نے کا تب بنا کر

۱۔ ابن اثیر ج ۹، حوادث سنہ ۳۶۲۔ ابن خلدون ج ۴، ص ۲۴۷۔ قرینا ج ۲۲۶، ۲۲۷ + ابن اثیر کے مطابق یہ واقعہ سنہ

بکجور کے ساتھ بھیجا۔ مورخون نے حصّ میں بکجور کے نظم و نسق کی بہت تعریف کی ہے۔ تفصیل آگے آئی گی۔

حلب پر سعدالدولہ کا قبضہ مکمل ہو گیا تو اہل شہر نے جامع مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا، اور فصیل شہر کی مرمت کر کے اسے مستحکم کر لیا۔ بعض مورخون کا خیال ہے کہ سنہ ۳۶۷ میں سعدالدولہ نے اذان میں علی خیر العمل محمد و علی خیر البشر کے الفاظ بڑھائے تھے، اور بعض کا قول ہے کہ یہ تبدیلی سنہ ۳۶۸ یا سنہ ۳۶۹ میں ہوئی تھی۔ اس کا مطلب صریحاً یہ تھا کہ سعدالدولہ اب اپنے آپ کو پوری پر فاطمی خلفاء کا مطیع سمجھتا اور ظاہر کرتا تھا، تاکہ اس سے محفوظ ہو جائے۔

ایک طرف تو سعدالدولہ اپنے آپ کو فاطمی خلیفہ کا مطیع ظاہر کر رہا تھا، اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اپنے ایک ایلیجی، ابو الحسن اسماعیل بن ناصر الحسنی کو سلطان عضدالدولہ کے پاس مبارک باد دینے کے لئے بھیجا تھا، دیار مصر کی فتح میں اس سے مدد کا طالب ہوا تھا، اس کی اطاعت قبول کی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ اس کا نام خطبے میں لیا جائے گا۔ عضدالدولہ نے ابو احمد الموسویٰ کو اس کی مدد کے لئے بھیجا، اور دیار مصر کی فتح کے بعد رتہ اور اس کے اعمال کو اپنے قبضے میں رکھ کر یاق علاء سعدالدولہ کے سپرد کر دیا۔ خلیفہ طائع عباسی نے اس کے لئے خلعت بھیجی، سعدالدولہ کا خطاب عطا کیا، اور جبر علاقوں پر وہ قابض تھا ان کی حکومت اس کے سپرد کی۔ ظاہر ہے کہ خلیفہ نے یہ سب کچھ سلطان عضدالدولہ کے ایما سے کیا تھا، کیونکہ اس وقت خلفاء عباسیہ کا سیاسی اقتدار بالکل غائب ہو چکا تھا۔ عضدالدولہ نے بھی اسے ایک خلعت سے سرفراز کیا، اور خط میں ”سیدی و مولائی و عدنی“ کے الفاظ سے اسے مخاطب کیا۔ اب حلب اور اس کے نواح کی مسجدوں میں پہلے خلیفہ طائع پھر عضدالدولہ اور پھر سعدالدولہ کا نام لیا جاتا تھا ۱۔

معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۳۷۱ء تک سعدالدولہ نہایت اطمینان سے بلا شرکت غیر سے حلب کا حکمران رہا۔ لیکن چونکہ وہ عضدالدولہ کو ایک بڑی رقم ادا کر چکا تھا اس لئے یونانیوں کو وہ سالانہ خراج ادا نہ کر سکا جس کا فیصلہ گذشتہ عہد نامہ میں ہوا تھا کہ حکمران حلب ادا کریگا۔ اس لئے اب جمادی الاول سنہ ۳۷۱ء دمشق باردیس فوکس Bardas Phocas حلب کے سامنے آ موجود ہوا۔ دو دن بعد یونانی شہر کے باب الیود پر ہانہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ بہت طول و طویل خط و کتابت کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ہر سال پوری وزن کے چار لاکھ درہم ادا کئے جائیں گے۔ پانچویں روز باردیس واپس چلا گیا۔

## -۸-

سنہ ۳۷۲ء میں سعدالدولہ اور اس کے حاکم حصّ بکجور میں بگاڑ شروع ہوا۔ بکجور نے حصّ پر والی مقرر ہونے کے بعد شہر کو دوبارہ تعمیر کرایا تھا، راستوں کی حفاظت کی تھی اور وہاں کے دھن

والوں کو مرنے والی بنا دیا تھا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں دمشق قحط کا شکار ہو رہا تھا۔ وہاں کے رہنے والوں نے جب حصص کی خوش حالی کا حال سنا تو وہ حصص آنے لگے، اور شہر کی آبادی خوب بڑھ گئی۔ بکجور نے بھی اہل دمشق کے آنے اور وہاں بسنے میں سہولتیں پیدا کیں، اور ان کے لئے راستے محفوظ کر دیے۔ اس کے علاوہ اس نے دمشق کو اتنا غلہ بھیجا کہ شہر کو قحط کی مصیبت سے نجات مل گئی۔ اس وقت دمشق کی سیاسی حالت یہ تھی کہ ابو محمود ابراہیم بن جعفر خلیفہ عزیزی کی طرف سے وہاں کا والی تھا، مگر ایک اور امیر قسام اس پر حاوی تھا۔ آخر ابو محمود نے سنہ ۱۰۳۷ء میں وفات پائی۔ بکجور نے پہلے فاطمیین کی بڑی خدمت کی تھی اور ان کے علاقے کو عربوں سے محفوظ رکھا تھا۔ اب اس نے ابوالحسن المغربي کے مشورے سے خلیفہ عزیز فاطمی سے خط و کتابت شروع کی اور درخواست کی کہ اسے دمشق کا حاکم مقرر کر دیا جائے۔ عزیز نے اسے لکھا کہ ”ان تصریری بابا النولیک دمشق“۔ سعد الدولہ کو جب اس ساز باز کی اطلاع ہوئی تو اس نے بکجور سے مطالبہ کیا کہ حصص خالی کر دے۔ اب بکجور نے عزیز کو لکھا کہ اپنا وعدہ پورا کرے۔ خود مصر میں ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ خلیفہ عزیز کو اپنی تمام فوجیں شام سے واپس بلالینی پڑی تھیں۔ مجبوراً اس نے بکجور کو والی دمشق مقرر کر دیا اور اپنے سپہ سالار بلتکین اور کاتب جیش منشا کو لکھا کہ دمشق کو بکجور حوالے کر کے وہاں سے واپس چلے آئیں۔ مگر بلتکین نے لیت و لعل کیا جس کی وجہ آ کے بیان ہوگی۔

اسی اثناء میں بکجور نے سعد الدولہ کے تقاضوں کا جواب یہ دیا کہ عزیز کو لکھا کہ حلب فتح کرنا نہایت آسان کام ہے، اور اس مقصد کے لئے فوجیں بھیج دی جائیں۔ عزیز نے دمشق کی فوجوں کا ایک حصہ اس کے حوالے کیا، اور بکجور نے حلب کا محاصرہ کر لیا۔ ادھر حسب معاہدہ یونانیوں نے سعد الدولہ کی مدد کی، اور دمشق بار دس انتظامیہ بھیج گیا۔ یہاں سے مفرج بن دغفل بن الجراح نے، جو یونانیوں کے زیر سیادت انتظامیہ کا حاکم تھا، بکجور کو اس کی اطلاع دی۔ بکجور نے فوراً محاصرہ اٹھا کر حصص کی راہ لی۔ یونانی فوج نے اس کا تعقب کیا۔ دمشق نے اہل حصص سے کچھ تعرض نہیں کیا، بلکہ شہر میں داخل ہو کر وہاں کا کنیسہ دیکھا اور براہ قیعہ طرابلس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب اس نے اہل حصص کے پاس ایک قاصد بھیج کر مال کا مطالبہ کیا، مگر اہل حصص نے عذر کیا کہ شہر تباہ حال ہے۔ اس لئے دمشق حصص واپس آیا، اور شہر کا محاصرہ کر کے اعلان کیا کہ جو لوگ چلے جائیں گے وہ امن میں رہیں گے۔ یونانی لشکر شہر میں داخل ہوا، شہریوں کو گرفتار کیا، اور شہر کا ایک حصہ اور جامع مسجد جلا ڈالی۔ لوگوں نے غاروں میں پناہ لی۔ لیکن ان کے منہ پر آگ جلادی گئی، اور لوگ دھوین میں دم کھٹ کر مر گئے۔ یہ واقعہ چادی الاول سنہ ۱۰۳۷ء کا ہے۔ یہ حصص کی دوسری لوٹ تھی۔ کہتے ہیں کہ خود سعد الدولہ نے بکجور سے ڈر کر یونانیوں کو اس پر آمادہ کیا تھا۔ یہ قصص اٹھا کر بکجور کے وہ سپاہی جو عسکر دمشق سے تعلق رکھتے تھے اپنے سپہ سالار بلتکین کے پاس واپس چلے گئے۔ اور بکجور اس انتظار میں رہا کہ کب قائد بلتکین وہاں سے نکلے اور وہ وہاں جائے۔

اس دیر کی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ عزیز کے وزیر یعقوب بن کلس نے، جو پہلے مذہباً یہودی تھا اور بعد میں مسلمان ہو گیا تھا<sup>۱</sup>، بلیکن کو لکھا تھا کہ دمشق بکجور کے حوالے نہ کرے۔ بکجور نے عزیز کو اس طرف متوجہ کیا اور وعدہ یام دلایا۔ عزیز نے ابن کلس سے وجہ پوچھی۔ اس نے بکجور کے والی دمشق ہونے پر اعتراض کیا اور کہا کہ وہ وہاں بھی فساد چائے گا۔ مگر عزیز کو وعدہ کا پاس تھا۔ اس لئے ابن کلس نے کاتب حبیش منشاء بن ضرار کو حکم دیا کہ دمشق بکجور کے حوالے کر دے۔ بلیکن اور منشاء نے حکم کی تعمیل کی۔ اتوار کے دن غرہ رجب سنہ ۳۷۳ کو یہ دونوں مصر روانہ ہو گئے، اور ۷ رجب کو بکجور والی شہر کی حیثیت سے دمشق میں داخل ہوا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ دیر کا اصل سبب خود ابن کلس ہے۔ اس لئے اب دونوں میں دشمنی ہو گئی، اور بکجور نے عصیان اور طغیان کا آغاز کیا۔ اس نے باشندگان شہر اور خصوصاً ابن کلس کے آدمیوں کو طرح طرح سے ستایا۔ بالآخر تنگی آ کر سنہ ۳۷۸ میں خلیفہ عزیز نے منیر ٹانگی سرکردگی میں ایک فوج بکجور کے خلاف بھیجی، اور حکم دیا کہ تمام والیان اعمال منیر کی مدد کریں۔ بکجور نے پھر بھی کلاب کو جمع کیا، مگر شکست کھائی اور منیر نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ بکجور نے ہار گئے کوہاڑوں میں پناہ لی۔ بالآخر وہ رقبہ پہنچا اور اس پر اور رقبہ کے گرد و نواح کے مقامات پر قابض ہو گیا۔ اب اس نے سلطان بہاء الدولہ اور بادالکردی سے، جو اس زمانے میں موصل پر قابض اور دیار بکر کا مالک تھا، مدد مانگی، مگر داہمی ہوئی۔ پھر اس نے سعد الدولہ سے خط و کتابت شروع کی، اور اس شرط پر اس کا مطیع ہو جانے کی خواہش کی کہ اسے پھر حمص کا والی مقرر کر دیا جائے۔ مگر وہاں سے بھی کوئی قابل اطمینان جواب نہ ملا۔ اس لئے مجبور ہو کر وہ پھر خلیفہ عزیز کی طرف متوجہ ہوا۔ ابن کلس نے یہ دیکھ کر وہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اسے دوبارہ دمشق کا حاکم مقرر کر دیا۔ مگر بکجور رقبہ ہی میں رہا، اور دمشق محض برائے نام اس کے زیر حکومت تھا۔ مگر ابھی وہ حلب کی طرف سے مایوس نہیں ہوا تھا، اور سعد الدولہ کے موالی سے براہِ خط و کتابت کر رہا تھا۔<sup>۲</sup>

اس اثناء میں سنہ ۳۸۰ میں وزیر یعقوب بن کلس مر گیا، اور ابک عیسیٰ بن سبطور خلیفہ عزیز کا وزیر ہوا۔ بکجور نے اب پھر حلب کی فتح کا لالچ دلایا، مگر ایک خط میں وزیر کو ایسے الفاظ سے مخاطب کیا جو اس کے شایان شان نہ تھے، لہذا عیسیٰ بن سبطور بھی اس سے ناراض ہو گیا۔ مگر خلیفہ کے حکم سے دونوں میں بظاہر صلح ہو گئی۔ بکجور نے عیسیٰ کے خوف سے عرب قبائل سے تعلقات بڑھائے اور ان میں شادیاں کر کے بزعم خود ان کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ حلب میں اس کے ہمدرد اب تک موجود تھے۔ انہوں نے اسے اطلاع دی کہ سعد الدولہ لہو و لعل میں مشغول، اور امور سلطنت کی طرف سے غافل ہے، اور حلب کا فتح کرنا مشکل کام نہیں ہے۔ بکجور نے ان باتوں کی اطلاع خلیفہ عزیز کو دی، اور خلیفہ نے زبال الفوری، حاکم طرابلس الشام، کو حکم دیا کہ وہ بکجور کی مدد کرے۔

۱۔ ذہبی ج ۱ ص ۱۸۵۔

۲۔ یہ تفصیل ابن الاثیر (ص ۳۷۸) سے کی گئی ہے۔ مگر دیکھو ابن اثیر ج ۱ حوادث سنہ ۳۷۲ + ابو حجاج (سکونہ ج ۲)

ص ۳۰۸ + ابن خلدون ج ۲ ص ۲۵۰ + فروتو کہ ص ۳۲۹ - الخ +

آدھر سنہ ۳۷۶ء میں سعد الدولہ نے یہ محسوس کر کے کہ خلفاء غاصبین کی طاقت شام میں بڑھتی جا رہی ہے، اور اس کا دشمن بکجور دمشق کا حاکم مقرر کیا گیا ہے، خلیفہ عزیز کو پھر اپنا مقتدر اعلیٰ تسلیم کیا، اور اس کا نام خطبوں میں لیا جانے لگا۔ خلیفہ عزیز نے بھی اس کے پاس خلعت بھیجی، جسے پہن کر وہ گویا حلب پر خلیفہ کا حاکم بن گیا۔ لیکن سعد الدولہ کی یہ اطاعت پذیری بھی اس کے کام نہ آئی، اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے خلیفہ نے بکجور کو حلب فتح کرنے میں مدد دینے کا وعدہ کر لیا۔

نزال غوری، حاکم طرابلس الشام کا شمار مغاربہ کے عمائد اور بہترین سپہ سالاروں میں ہوتا تھا۔ مگر وہ عیسیٰ بن نسطور کا پروردہ تھا۔ گو خلیفہ نے بکجور کی مدد کرنے کا حکم دیا تھا، مگر عیسیٰ نے اسے لکھا کہ وہ مدد کرنے میں دیر کرے۔ دوسری طرف بکجور نے اس مہم کی تیاری بڑی احتیاط سے کی، اور نزال کو اطلاع دی کہ فلاں دن اور فلاں وقت اس کی فوجیں حلب کے سامنے پہنچیں گی، اور وہ وہاں اس سے آملے۔ بکجور پہلے قلعہ بایس گیا، اور پانچ دن اس کے محاصرے میں ضائع کئے، پھر پوری توقع کے ساتھ کہ نزال اس سے آملے گا، حلب روانہ ہوا۔ سعد الدولہ بھی ان حالات و کوائف سے غافل نہ تھا۔ اس نے یونانی قیصر بسل کو خطرے کی اطلاع دی، اور استدعا کی کہ بوقت ضرورت البرجی کو اس کی مدد کا حکم دیا جائے۔ بکجور نے جب یہ سنا کہ سعد الدولہ نے تمام انتظامات مکمل کر لئے ہیں اور البرجی اس کی مدد پر آمادہ ہے تو وہ ناغورہ میں ٹھہرا۔ سعد الدولہ نے ۲۲ محرم سنہ ۳۸۱ء کو جمعرات کے دن حلب کے باب الخٹان کے سامنے اپنا معسکر بنایا، اور ۳۰ محرم کو وہاں سے کوچ کیا۔ چہ ہزار سپاہی اس کے ہرکاب تھے۔ نبوعمر بن کلاب کے صرف پانچ سو آدمی اس کی فوج میں تھے، باقی سب بکجور سے مل گئے تھے۔ اپنی روانگی سے قبل سعد الدولہ نے یہ احتیاط کی کہ اپنے اہل خاندان اور خزانہ کو قلعہ میں محفوظ کر دیا۔ سیف الدولہ کا مولا، لؤلؤ الکبیر الجراسی بھی، جو سعد الدولہ کا حاجب تھا، اس مہم میں اس کے ساتھ تھا۔ سعد الدولہ نے بکجور کا لاؤ لشکر دیکھا تو کھوڑے سے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور فتح و نصرت کی دعا مانگی۔ جنگ شروع ہونے سے قبل سعد الدولہ نے چاہا کہ بکجور کے ساتھ دوستانہ تصفیہ ہو جائے، اور اس نے حصص کے علاوہ رقم بھی اسے دینے کا وعدہ کیا۔ مگر بکجور اپنے حلیفوں کے کہمنڈ میں تھا۔ اس نے کھلا بھیجا کہ اس خط کا جواب سعد الدولہ آنکھوں سے دیکھیں گے۔ پھر اس نے اپنا مقدمہ الجیش دو موالیٰ یروح اور رشیقی کی ماتحتی میں آکر بڑھا یا۔ دیوالراہب کے قریب دونوں مقدمہ الجیش ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔

دو باتوں نے آنے والی جنگ میں سعد الدولہ مدد کی۔ اول تو سعد الدولہ یغنی تھا۔ اس کا معمول تھا کہ جو لوگ جنگ میں بہادری دکھاتے تھے انہیں خلیعتوں اور انعام و اکرام سے سرفراز کرتا تھا۔ بکجور یغیل تھا۔ وہ بہادر سپاہیوں کے ناموں کا اعلان کرتا تھا اور بس۔ اس سے اس کی فوج میں بد دلی پھیل گئی۔ دوسرے سعد الدولہ نے عربوں سے خط و کتابت کر کے انہیں امان اور انعام و اکرام کا وعدہ دیا اور بکجور سے توڑ لیا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ عربوں نے بکجور کی چھاؤنی پر حملہ کر کے

اسے بھی لوٹ لیا۔ اب بکجور نے دیکھا کہ ہر طرف ناکامی ہی ناکامی ہے تو اس نے اپنے کاتب المغرب سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم رتہ واپس چلے جائیں اور خلیفہ عزیز کو اطلاع دین کہ باوجود وعدے کے نزال نے مدد نہیں کی۔ مگر ایک اور کاتب نے المغرب کی مخالفت کی اور بکجور کو لڑنے پر رضامند کر لیا۔ اب المغرب نے اپنی حفاظت کی فکر کی، اور ایک بدو سلامہ بن نازک نامی کو راضی کر لیا کہ ایک ہزار دینار کے بدلے میں اسے رتہ پہنچا دے۔

جمعات کے دن ۷ صفر سنہ ۳۸۱ (۱۵ اپریل سنہ ۹۹۱) کو جنگ شروع ہوئی۔ بکجور کو اپنی ذاتی بہادری پر بڑا بہرہ رسہ تھا۔ اس نے تجویز کی کہ اپنے چار سو چیدہ سپاہیوں کو لے کر ہلہ کرے اور سعدالدولہ تک پہنچ جائے۔ مگر انہیں میں سے ایک نے غدر کیا، اور لڑائی کو اس ارادے کی اطلاع کر دی۔ لڑائی فوراً سعدالدولہ کے پاس آیا؛ اس کی استدعا پر باقاعدہ فوجی تنظیم کے وقت لڑائی سعدالدولہ کی جگہ لی اور سعدالدولہ لڑائی کی جگہ آ گیا۔ جنگ کے دوران میں حسب تصفیہ بکجور نے ہلہ کیا، اور لڑائی پر ایسا وار کیا کہ تلوار اس کی کھوپڑی تک پہنچ گئی، بکجور نے زعم خود سمجھ لیا کہ اس نے سعدالدولہ کو قتل کر دیا ہے۔ لڑائی کھوڑے سے گر پڑا۔ اب سعدالدولہ اپنی جگہ آ گیا۔ اسے دیکھ کر فوج کے سپاہیوں کو اطمینان ہو گیا، اور وہ اس بے جگری سے بکجور پر حملہ آور ہوئے کہ اس کی فوج کے قدم اکھڑ گئے، اور موالی کی ایک بڑی تعداد قتل ہوئی۔ بقیۃ السیف قید ہوئے۔ بکجور صرف سات آدمیوں کے ساتھ بھاگا۔ وہ ایک قیمتی کوڑے پر سوار تھا، آخر ایک ندی تک آیا، جس سے ایک پن چکی کو پانی دیا جاتا تھا، اور جو صرف دودرہ چوڑی تھی۔ بکجور نے چاہا کہ گھوڑے کو اڑا لگا کر کود جائے۔ مگر گھوڑا وھانٹ پھٹ کر رہ گیا۔ اس عرصہ دس عرب فارسوں نے جو اسے نہیں پہچانتے تھے، اسے جالیا۔ انہوں نے بکجور اور اس کے ساتھیوں کے کپڑے اتروائے اور چل دئے۔ بکجور نے پن چکی میں پناہ لی، اور آخر قبیلۃ قطن کے ایک عرب کی پناہ میں آ گیا۔ عرب نے پہلے تو بکجور پر احسان کیا۔ مگر اس کا بغل مشہور تھا، اور عرب یہ سمجھتا تھا کہ اس سے صلے کی توقع نہیں ہے۔ آخر اس کی نیت بدل گئی، اور وہ سیدھا سعدالدولہ کے پاس پہنچا۔ سعدالدولہ نے ایک لاکھ درہم، سواونٹ گہونٹ، اور پچاس تھان کپڑے کے بدلے میں بکجور کو خرید لیا۔ اب اس نے لڑائی سے مشورہ کیا، اور اس خیال سے کہ اگر سعدالدولہ کی بہن ست الناس نے اس کی سفارش کی تو وہ بیچ جائے گا، لڑائی سے مشورہ دیا کہ بکجور کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس مشورہ پر عمل ہوا۔

بکجور کا نوحہ خاتمہ ہو گیا۔ مگر رتہ ابھی اسی کے ہمدردوں کے قبضے میں تھا سعدالدولہ نے پہلے تو اس یونانی فوج کو جو اس کی مدد کے لئے آئی تھی رخصت کیا، اور پھر رتہ روانہ ہو گیا۔ اس نے شہر

کا محاصرہ کیا۔ بکجور کا ایک مولا سلامۃ الرشیدی اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ اور یہیں بکجور کے اہل خاندان، اس کا خزانہ اور کاتب المغربی بھی تھے۔ سعد الدولہ نے الرشیدی کو لکھا کہ شہر اس کے حوالہ کر دیا جائے۔ رشیدی نے جواب دیا کہ میں تیرا، بلکہ تیرے مملوک کا مملوک ہوں، لیکن بکجور کا عہد میری گردن میں ہے۔ شہر صرف اس شرط پر حوالے کر سکتا ہوں کہ بکجور کے اہل و عیال کو امان دی جائے اور سوائے اسلحہ کے جو تیرے حوالے کر دئے جائیں گے، تمام خزانہ بھی انہیں کی ملکیت میں دے دیا جائے، ورنہ تلوار ہم دونوں میں فیصلہ کریگی۔ سعد الدولہ نے امان کا حلف اٹھایا، اور شہر اس حوالے کر دیا گیا۔ اس امان میں المغربی بھی شامل تھا، بشرطیکہ وہ سعد الدولہ کی سلطنت میں رہے۔ مگر المغربی کو فہم نہ ہوا، اور مشہد علی رخ میں پناہ لی۔

اب جب بکجور کے اہل و عیال قلعے سے نکلے اور اپنا خزانہ ساتھ لائے تو سعد الدولہ منہ کے میں باقی بھر آیا۔ اس نے اپنے دربار کے قاضی ابوالخصین سے کہا کہ مجھے خیال بھی نہیں تھا کہ بکجور کے پاس اس قدر مال و دولت ہے۔ قاضی نے جواب دیا کہ بکجور تمہارا غلام تھا، تم نے اسے آزاد کیا اور پھر خرید لیا۔ اس لئے اب اس کا خاندان غلاموں کی حیثیت رکھتا ہے، اور اس کی دولت بھی در حقیقت تمہاری ہی ہے۔ اگر یہ خزانہ تم ضبط کر لو تو حلف نہیں ٹوٹے گا۔ قاضی کے اس فیصلے کے مطابق سعد الدولہ نے بکجور کے اہل و عیال کو قید کر دیا، اور خزانہ ضبط کر لیا۔ اس فیصلے کے متعلق ایک مور لکھتا ہے۔ فاکان أسوأ محضر هذا القاضي الذي حسن لسعد الدوله تسويل الشيطان و افتاءه بنقص الايمان ثم لم ينفع بما زين له من عذره و لبس عليه من امره حتى تكفل له بجل وزره۔ وهل احد حامل و زر غيره۔ اما سمع قول الله تعالى في اهل الضلالة: و قال الذين كفروا الذين آمنوا انبعوا سبيتنا و لنحمل خطاياكم و ما هم بحاملين من خطاياهم من شيئين انهم لكانوا بون<sup>۱</sup> (سورۃ عنكبوت آیت ۱۱) +

بکجور کے اہل خاندان نے خلیفہ عزریز سے فریاد کی۔ عزریز نے فائق الصقلی کو ایک تہدید کی خط دے کر حکم دیا کہ ایک تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر فوراً سعد الدولہ کی طرف روانہ ہو جائے۔ لیکن وہ اس وقت پہنچا جب سعد الدولہ رقعے سے واپس آ کر حلب کے سامنے ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے خط پڑھا تو آگے بگولا ہو گیا، اعیان و اکابر کو سنا یا اور مشورہ طلب کیا۔ سب نے ایک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم تیرے مملوک اور تیرے حکم کے تابعدار ہیں۔ سعد الدولہ نے قاصد کو اپنے سامنے بلایا، اور اسے اس وقت تک بٹواتا رہا جب تک کے وہ خط نکل نہ گیا، پھر کہا کہ تم اپنے آقا کے پاس واپس چلے جاؤ اور کہ دو کہ آسے فوج لانے کی ضرورت نہیں، بلکہ میں ہی اس کے پاس آؤں گا اور رملہ کے میدان میں جواب سنائوں گا۔ فائق مصر واپس چلا گیا، اور سعد الدولہ نے اپنی فوج کا ایک حصہ حصص بھیج دیا۔ وہ خود حلب کے باہر ٹھہر کر اپنے معاملات کا انتظام کرتا رہا، اور ارادہ کیا کہ چند روز بعد وہ فوج سے جا ملے گا۔ مگر وہ قونلج میں مبتلا ہوا، جو خطرناک اور تکلیف دہ ثابت ہوا۔ ذرا اچھا ہونے کے بعد طبیبیون نے اسے مشورہ دیا کہ علاج اور آرام کی غرض سے وہ حلب کے اندر آجائے۔



اب چون کہ سعد الدولہ دوبارہ فتح یاب ہو کر حلب آرہا تھا، اس کے اس خوشی میں شہر کو خوب بھایا گیا، اور ایک جلوس ترتیب دیا گیا۔ آرام لینے کے بعد جس دن وہ حلب سے فوج کی طرف سے روانہ ہونے والا تھا رات کو اس کی ایک لونڈی اس کے پاس رہی۔ اس رات اس پر فالج کرا، جسم کا دایاں حصہ بے کار ہو گیا، اور ہڈی سے نیچے گر پڑا۔ لونڈی نے بھاگ کر اس کی بہن ست الناس کو اس کی اطلاع دی۔ اسی وقت طبیب بلائے گئے، اور انہوں نے حکم دیا کہ بیمار کے کمرے میں ند اور عنبر جلا یا جائے۔ پھر ایک طبیب نے نبض دیکھنی چاہی۔ سعد الدولہ نے بایاں ہانہ بڑھایا، مگر طبیب نے دھنا ہانہ مانگا۔ سعد الدولہ نے اپنا حلف توڑنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ”ما ترکت لی الیمین یمینا“۔ جس کا مطلب یہ تھا قسم (یمین) نے اس کا دایاں ہانہ (یمین) نہیں چھوڑا۔ اس کے بعد وہ صرف تین دن زندہ رہا، اور ۲۰ رمضان سنہ ۳۸۱ (دسمبر سنہ ۹۹۱ء) کو اتوار کے دن تقریباً چالیس برس کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا جنازہ رقلے جایا گیا، اور وہیں دفن کیا گیا۔

اس کے دوران حکومت میں حسب ذیل قاضی رہے : ابن الخشاب، جو ہاشمی تھا؛ شریف ابوعلی حسن بن محمد الحسینی، یہ دین دار اور عالم شخص تھا، اور سنہ ۳۶۳ سے سنہ ۳۷۹ تک اس نے قاضی کے فرائض انجام دئے؛ ابو محمد عبداللہ بن محمد۔ اس کے کاتب ابو الحسن علی بن حسین المغربي اور مصیصی تھے، اور حاجب اوّل الکبیر الجراحی اس نے دو بیٹے چھوڑے۔ بڑے کا نام ابو الفضائل سعید اور چھوٹے کا نام ابوالمہیجا عبداللہ تھا

## - ۱۰ -

سعد الدولہ کی وفات کے بعد اسی دن اوّل الکبیر نے ابو الفضائل کو سعید الدولہ کے خطاب سے بادشاہ بنادیا، اور فوج حمص سے حلب واپس آگئی۔ ابو الفضائل ہی کو سعد الدولہ نے اپنا جانشین مقرر کیا تھا، اور وصیت کی تھی۔ اس کی بہن ست الناس اور اس کے چھوٹے بیٹے ابوالمہیجا کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ اب اوّل سبہ سالار مقرر ہوا، اور اس نے اور ابو الفضائل نے حلف اٹھایا کہ وہ ان دونوں کے کذارے کے ذمہ دار ہوں گے۔ سعد الدولہ کی فوج نے بھی اطاعت شکاری کا حلف اٹھایا۔ مگر خادم بشارہ چار سو موالی کے ساتھ خلیفہ عزیز کے پاس مصر چلا گیا۔ یہ شخص درحقیقت مصر ہی کا تھا، اخیسید کا آزاد کردہ غلام تھا اور پھر سیف الدولہ کے پاس آ گیا تھا۔ سعد الدولہ کے ابتدائی عہد میں، اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ یہی حال رقی الصبقلی کا ہوا۔ ۲۔ وہ چار سو موالی کے ساتھ مصر چلا گیا۔ یہی طرز عمل چند افسروں نے اختیار کیا۔

۱۔ ابو شجاع (مکتوبہ ج ۳) ص ۲۰۸-۲۱۶ +

۲۔ ابن القلائسی ص ۳۹ +

۳۔ ابو شجاع (ص ۲۱۷) نے اس کا نام ولا الصلتی لکھا ہے۔ مگر ابن القلائسی کے مطابق یہ رقی الصبقلی ہے۔ ص ۳۱ +

فاطمین مغاریہ کی طاقت سے ٹنگ آ گئے تھے، اور ان کے نوڑ کے بٹے ترکوں کو بھرتی کر رہے تھے۔ خلیفہ عزیز نے سعدالدولہ کے ان افسروں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ حمدانی سپاہیوں کو خاص طور پر پسند کرتا تھا، کیوں کہ ان کی بہادری اور تجربہ کاری تمام دنیا میں مشہور تھی، یہاں تک کہ قیصر تقفوران میں سے ایک کے مقابلے کے لئے دس یونانی میدان میں بھیجا کر تا تھا۔ خلیفہ نے ان لوگوں پر یہ احسان کیا کہ ہمارے کو طبریہ پر، رق کو عکہ اور تمام سرحدی علاقے پر، اور رباح کو قیساریہ پر حاکم مقرر کر دیا۔ دوسری طرف لؤلؤ نے سعدالدولہ کا تمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لینا شروع کیا، اور اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔ ان کاؤن میں سے فرصت ہوئی تو خیال آیا کہ یونانیوں سے جس خراج کی ادائیگی کا تصفیہ ہوا تھا، اس کا انتظام کیا جائے۔ اس غرض کے لئے نہایت ظلم ستم سے رقم جمع کی گئی، زمینوں پر دگنا اگلاں لگایا گیا اور جو جاگیریں سعدالدولہ اور اس کے باپ نے ضبط کر لی تھیں وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دی گئیں تاکہ ان سے رقم وصول کی جاسکے۔

یاد ہو گا کہ المغربی رقبہ سے بھاگ کر کوفہ گیا تھا اور شہد علی میں پناہ گزین ہوا تھا، یہاں اس نے خلیفہ عزیز سے خط و کتابت شروع کی، اور اجازت چاہی کہ وہ مصر میں آ کر اس کی پناہ میں رہنا چاہتا ہے۔ عزیز نے اسے اجازت دے دی۔ چنانچہ سنہ ۳۸۱ میں ہی وہ مصر روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بہت جلد عزیز کے مہاجرین کو درخورد حاصل کر لیا، یہاں تک کہ خلیفہ اندرونی معاملات میں اس سے مشورہ لینے لگا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ بیرونی معاملات میں بھی وہ مداخلت کرنے لگا۔ المغربی نے خلیفہ سے حلب کی خوب تعریف کی، اس کی مالی و دولت اور کمزوری کے حالات بیان کئے، اور کہا کہ اس پر قبضہ کرنا مشکل نہیں۔ آخر عزیز نے منظور کر لیا، اور ایک ترک غلام منجونکین کو رفتہ رفتہ ترقی دے کر تمام شام کا حاکم مقرر کر دیا، اور احمد بن محمد القشوری کو اس کا نائب بنایا۔ پھر اسے حلب پر فوج کشی کا حکم دیا۔ اور بطور مشیر المغربی کو اس کے ساتھ کر دیا۔ اس کے علاوہ قائد منیر، حاکم دمشق عصابت و طغیان پر تلا ہوا تھا۔ المغربی نے وعدہ کیا کہ منیر کا قلعہ فتح کرنے کے بعد حلب پر حملہ کیا جائے گا۔ منجونکین شام پہنچا۔ اس نے پہلے منیر کا خانہ کیا، جو پہلے حملے کی تاب بھی نہ لا سکا اور گرفتار ہوا۔ اس کے بعد تیس ہزار فوج لے کر اس نے حلب کا محاصرہ کیا۔ سعیدالدولہ اور لؤلؤ قلعہ بند ہو گئے، اور لؤلؤ نے مصری فوج کی آمد کی خبر سن کر بسل قیصر قسطنطنیہ کو مدد کے لئے لکھا۔ اور چاہا کہ یونانیوں کے ساتھ اب بھی ویسالی معاہدہ ہو جائے جیسا کہ سعدالدولہ کے عہد میں طے پایا تھا۔ قیصر خود اس وقت روسیوں سے جنگ میں مشغول تھا، اور ایشیا نہ آسکتا تھا۔ اس لئے اس نے البرجی حاکم انطاکیہ کو اسکا کہ حلب کی مدد کی جائے۔ البرجی پانچ ہزار آدمی لے کر روانہ ہوا، اور انطاکیہ اور حلب کے درمیان جسر جدید پر آ کر ٹھہرا۔ منجونکین اور المغربی کو جب یونانی قتل و حرکت کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اپنے مشیروں سے مشورہ کے بعد طے کیا کہ حلب کا محاصرہ اٹھا کر پہلے یونانیوں کا

مقابلہ کیا جاسکے، تاکہ دونوں دشمن مجتمع نہ ہوں۔ یاتین۔ منجوتکین حلب سے روانہ ہوا، اور دریائے  
مقلیب (Qontes) کے کنارے ٹہرا۔ دنیا مسلمانوں اور یونانیوں میں حائل تھا اور کوئی معبر نہ تھا۔  
منجوتکین کی فوج کا ایک دیہی سپاہی ایک ڈھل اور تین نیزے لیے ہوئے فوج سے نکلا اور دریا میں  
کود پڑا۔ مسلمانوں نے یہ دیکھ کر ہمت کی، اور تمام فوج، باوجود منجوتکین کے منع کرنے کے، اس کے  
پیچھے ہو گئی۔ اس کے بعد جو جنگ ہوئی مسلمان اس میں فتح یاب ہوئے۔ البرجی تھوڑے سے  
آدمیوں کے ساتھ بھاگا، مسلمانوں نے اس کی چھاؤنی لوٹ لی۔ اس جنگ میں یونانیوں کے دس ہزار آدمی  
قتل ہوئے۔ یہاں سے آگے بڑھ کر منجوتکین انطاکیہ پہنچا۔ وہ شہر فتح نہ کر سکا، اور نہ اس کا موقع تھا  
لیکن شہر کے قریوں اور آبادیوں کو لوٹا اور جلا ڈالا۔ حلب میں بھی زمانہ غلہ جمع کرنے کا تھا۔ لؤلؤ  
نے اس خیال سے کہ یہ دشمن کے ہاتھ نہ آجائے تمام غلہ تباہ کر دیا۔ منجوتکین انطاکیہ سے فارغ ہو کر  
پھر حلب کے محاصرے میں مشغول ہو گیا۔

لؤلؤ نے دیکھا کہ یونانیوں کی حمایت اور مدد بے کار ثابت ہوئی ہے اور مصری فوج بجائے  
کمزور ہونے کے زیادہ مضبوط ہو گئی ہے تو اس نے المغربی اور قشوری سے خط و کتابت شروع کی،  
انہیں مال و دولت کا لالچ دلایا، اور ان سے یہ چاہا کہ وہ منجوتکین کو مشورہ دے کہ آسے اس سال حلب سے  
واپس جائے اور آئندہ سال محاصرہ کرنے پر رضامند کر لیں۔ یہ ترکیب کار کر ہوئی۔ ان دونوں نے دیکھا کہ  
خود منجوتکین کو دمشق کی عیش و عشرت یاد آ رہی ہے، اور غلہ کی کمی اور دوسرے تکلیفوں سے تنگ  
آ گیا ہے۔ بالآخر انہوں نے اسے اس پر راضی کر لیا کہ وہ حلب سے چلا جائے۔ ان تینوں نے خلیفہ عزیز کو  
صورت حال کی اطلاع دی، اور اجازت کے طالب ہوئے۔ قبل اس کے کہ ان کی عرضداشت کا جواب  
آئے وہ حلب سے روانہ ہو گئے۔ خلیفہ عزیز کو یہ معلوم ہوا تو اسے سخت غصہ آیا، اور المغربی کے دشمنوں کو  
بھی خلیفہ کے کان بھرنے کا موقع مل گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ المغربی معزول کیا گیا اور اس کی جگہ صالح بن علی  
روڈباری مقرر ہوا۔

لشکر کو رد پہنچانے کی غرض سے خلیفہ عزیز نے مصر سے براہ بحر غلہ طرابلس الشام بھیجا،  
اور پھر وہاں سے حصن اقامیہ منتقل کیا۔ حسب فیصلہ سنہ ۳۸۴ میں منجوتکین پھر حلب آیا اور تیرہ مہینے  
تک اس کا محاصرہ کیے رہا۔ اس عرصہ میں سپاہی اقامیہ جا کر اپنی ضروریات زندگی حاصل کرتے تھے،  
اور پھر فوج میں واپس آ جاتے تھے منجوتکین نے اپنی چھاؤنی میں ہی سرانیں، حمام اور بازار قائم کر لیے  
تھے۔ مگر سعید الدولہ اور اس کے ساتھی ابھی قلعے میں ہی تھے۔ سامان رسد کی کمی تھی۔ لؤلؤ جہاں تک  
ہوسکتا تھا جنگ کی تیاری میں لگا رہا تھا۔ اس نے لوگوں کو آزادی دے رکھی تھی کہ جو باو اور قحط  
کا مقابلہ نہ کر سکیں وہ شہر سے چلے جائیں۔ اس اثناء میں لؤلؤ نے پھر بسل کو مدد کے لئے لکھا، اور کہلا  
بھیجا کہ اگر حلب فتح ہو گیا تو انطاکیہ کی خبر نہیں، اور اس قصص کی تلاطمیں ہو جائیں گی

یہ سن کے بسیل بذات خود روانہ ہوا، اور تین سو فرسنگ کا فاصلہ صرف چھتیس دن میں طے کر کے حلب کے سامنے آو جود ہوا۔ ہمارا موسم تھا۔ منجوتکین اور اہل فوج نے بالکل اطمینان کے ساتھ اپنے مویشی چراگا ہوں کو بھج دئے تھے کہ اچانک غیر متوقعہ طور پر بسیل آن پہنچا۔ اب اسے سیامی چال کہتے، یا جیسا کہ ایک مورخ نے لکھا ہے، حمایت اسلام، کہ لؤلؤ نے منجوتکین کو قیصر کے قریب آنے کی اطلاع دی، اور کہلا بھیجا کہ حمایت اسلام میں ہم دونوں مشترک ہیں، اس لئے میں تمہیں خبردار کرنا ہوں۔ منجوتکین نے یہ سن کر فوراً محاصرہ اٹھا لیا، ذخائر جلا ڈالے، بازار اور مکانات مسار کرادیئے، اور جس قدر ممکن ہو وہاں سے روانہ ہو گیا۔ بسیل حلب کی دیواروں کے تلے آکر ٹھہرا۔ لؤلؤ اور سعید الدولہ اس سے ملے، اور اس کی خدمت میں پیش ہا تحائف پیش کئے۔ تیسرے دن قیصر نے شام کی طرف کوچ کیا۔ اس نے حصص فتح کر کے آسے لوٹا، طرابلس کا چالیس دن تک محاصرہ کیا اور پھر اس کی فتح سے مایوس ہو کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ حلب کا یہ محاصرہ سنہ ۳۸۴ میں شروع ہوا اور ربیع الاول سنہ ۳۸۵ میں ختم ہوا۔

خلیفہ عزیز کو منجوتکین کی اس ناکامی کی اطلاع ہوئی تو اسے بغضت صدمہ ہوا، اور اس نے فوراً فوج جمع کرنے کا حکم دیا۔ وہ خود قاہرہ سے نکل کر فوج کے ساتھ بلیس آیا، اور شہر کے باہر اترا۔ مگر یہاں بیمار ہوا، اور جب زہیست سے بالکل مایوس ہو گیا تو اپنے خاص خادم ایک ترک سردار برجوان کو وصیت کی کہ اس کے بیٹے کو الحاکم کے لقب سے خلیفہ بنایا جائے۔ یہیں سنہ ۳۸۶ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اب مصر اس قابل نہ رہا کہ حلب کی طرف توجہ کر سکتا۔ اول تو خود خلیفہ حاکم کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی۔ دوسرے ہم ذکر چکے ہیں کہ خلیفہ عزیز کی کوشش تھی کہ مغارہ اور بالخصوص کتابہ کا زور نوڑ کر ترکوں کو ان کی جگہ قائم کرے۔ اس نے ان ترکوں کی ایک بڑی تعداد جمع بھی کر لی تھی۔ اب اس کی موت پر برجوان ترک، اور کتابہ کے سردار امین الدولہ ابو محمد حسن بن عمار میں کشمکش شروع ہو گئی اور مصر کے سیامی حالات اس قدر خراب ہوئے کہ حلب پر فوج کشی کی نوبت ہی نہ آئی۔

مگر سعید الدولہ کو اس سے چین نصیب نہیں ہوا۔ اسے یونانیوں کی طرف سے، جو اس کی سرحد پر منڈلا رہے تھے، متواتر خطرہ لگا ہوا تھا، اور ان کی خورشادین کر کے وہ اس خطرے کو زائل کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں لؤلؤ حلب پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھا۔ چنانچہ اس کے اشارے سے ہفتہ کے دن نصف صفر سنہ ۳۹۲ کو ایک لونڈی نے سعید الدولہ اس کی بیوی کو، جو لؤلؤ کی اکوڑی بیٹی تھی، زہر پلا دیا۔ ایک ہی پیلے میں میان اور بیوی دونوں کا بوقت واحد فیصلہ ہو گیا۔ سعید الدولہ کے عہد میں عبید اللہ بن محمد بن احمد حلب کا قاضی تھا

سعیدالدولہ نے دو بیٹے چھوڑے : ابوالحسن علی اور ابوالعالی شریف۔ ان دونوں لڑکوں کو لڑاؤ نے برائے نام حلب کا حاکم بنایا، اور وہ قلعے جن سے خطرہ تھا، مسمار کر ڈالے۔ لیکن اس پر بھی اسے اطمینان نہ ہوا۔ اس نے سعیدالدولہ کے دونوں بیٹوں اور سعیدالدولہ کی عورتوں کو مصر بھیج دیا، اور بلا خدشہ حلب کا مالک بن گیا۔

اس طرح حمدانیہ حلب کا خاتمہ ہو گیا۔

---









